جلد۱۰شمارہ۱۶، ۲۰۲۳

Article

Contemporary and social wisdom in Azhar Kamal's Poetry

اظہر کمال کی غیر مطبوعہ شاعری میں عصری وسماجی شعور

Dr. Rehmat Ali Shad*[1], Dr. Farzan Riaz[2]

[1] Principal,Govt. Associate College, Kameer Town, Sahiwal

[2] Dr.Farzana Riaz. Assistant Professor, Urdu Department, G C University, Lahore

*Correspondence: rahmatalishad@yahoo.com

[1] **ڈاکٹر رحمت علی شاد، [۲] ڈاکٹر فرزانہ ریاض**

[1] پرنسپل، گورنمنٹ ایسوسی ایٹ کالج، کمیر ٹاؤن، ساہیوال، [2] اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract: Azhar Kamal has created various known genera of poetry like Hamad, Naat, Manqabat, Ghazal and Nazam. Out of many dimenstions of his personality as a poet, the most important aspect is that he is a poet of modern trends and bright possibilities of human life. He is well aware of modern literary trends and thoughts in present-day poetry. His poetry reveals the current situations along with bitter realities of lifefound in our society. He has not only coined new words but also has invented novel ways of expression according to his poetic needs. Maturity of thought, variety of subject, social consciousness, familiarity with modern trends and fine blend of classical and modern- day trends in verse are important chracteristics of his poetry. Through all these features he has attempted wonderfully to impart new ideas to Urdu literature.

Keywords: Azhar Kamal, modern trends, bright possibilities, bitter realities, coined new words, Maturity of thoughts, impart new ideas

eISSN: 2073-3674
pISSN: 1991-7813
Received:02-06-2023
Accepted:17-04-2023
Online:30-06-2023

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

آشنا ہوں ہر اِک لفظ کے پس منظر سے

آپ اپنی نہیں اوروں کی زباں بولتے ہیں (غیر مطبوعہ)

۲۷ مئی ۱۹۷۲ء کو محلہ میر باز خان پاک پتن میں کمال خان کے گھر جنم لینے والے اظہر کمال خان کی پہچان کے متعدد حوالوں میں سے ایک معتبر اور بنیادی حوالہ یہ ہے کہ وہ ایک عمدہ شاعر ہیں۔ شاعری کا شوق اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی سے ان کی جبلت میں ودیعت کر دیا تھا۔ بے پناہ شعری شغف ہونے کی بدولت انھوں نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز ۱۹۸۶ء سے ہی کر دیا تھا۔ انھوں نے اصلاحِ سخن کے حوالے سے بورے والا کے معروف شاعر جناب کاشف سجاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ اصلاحِ کلام کے حوالے سے مشاورت کا عمل مسلسل جاری ہے۔ انھوں نے حمد، نعت، منقبت، غزل اور نظم جیسی متعدد اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔

اظہر کمال پیشے کے اعتبار سے ہومیو پیتھک ڈاکٹر ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک اچھے انسان اور خوب صورت لب و لہجے کے عمدہ شاعر بھی ہیں۔ انھوں نے اپنے کلام میں متنوع موضوعات کو برتا ہے وہ اس لیے کہ وہ ایک سنجیدہ اور صاحبِ مطالعہ شخص ہیں۔ قدیم و جدید ہر دو طرح کے نظریات ان کے کلام میں بخوبی دیکھے جاسکتے ہیں۔ جہاں ان کے کلام میں جدید رنگ نمایاں ہے وہاں وہ اپنی روایت سے بھی جڑے نظر آتے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ پر منفرد انداز میں وہ اپنا رشتہ غالبؔ اور فیضؔ سے جوڑتے نظر آتے ہیں لکھتے ہیں:

غالبؔ و فیضؔ سے اپنا ہے وہ رشتہ اظہرؔ

جیسے اِک کونج کا رشتہ ہو کسی ڈار کے ساتھ (غیر مطبوعہ)

شعرا چوں کہ معاشرے کے حساس لوگ ہوا کرتے ہیں وہ کسی بھی صورتِ حال کو عام لوگوں سے ہٹ کر دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ ان کا جتنا زیادہ مطالعہ اور جتنا گہرا مشاہدہ ہوتا ہے وہ اسی قدر عمدہ تصورات اور نظریات سماج سے کشید کر کے اس تخیّل کو خوب صورت رنگ و آہنگ عطا کر کے الفاظ کے پَر لگا کر اونچی اڑان عطا کر دیتے ہیں جس سے فکر کے مختلف زاویے سامنے آتے ہیں؛ جس طرح پاک پتن کے نمائندہ شاعر اظہر کمال کی شاعری میں متنوع موضوعات ان کے وسیع مطالعے اور گہرے مشاہدے کے غماز ہیں۔ اس حوالے سے افتخار شفیع رقم طراز ہیں:

"اظہر کمال خان ایک سنجیدہ فکر اور وسیع مطالعہ انسان ہیں۔ اردو شاعری کے جدید نظریات و تصورات پر ان کی گہری نظر ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ شاعری کو انسانیت کی بہتری کے لیے استعمال کرنے کے عقیدے سے وابستہ

ہیں۔اظہر کمال کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ نئے آہنگ میں زندگی گزارنے کے باوجود انھوں نے اجداد کی اقدار کو فراموش نہیں کیا۔"(۱)

اظہر کمال کے کلام میں موضوعات کا تنوع نظر آتا ہے۔ان کے کلام میں تصور محبوب، غربت و مجبوری، مزاحمتی رویے، محاکات نگاری، انسان کی بے توقیری، انانیت، تنہائی کا کرب، مادہ پرستی، معاملہ بندی، عظمتِ خیال، شدتِ جذبات، دہشت گردی، افلاس، رومانویت، غمِ جاناں اور غمِ دوراں جیسے موضوعات کی بوقلمونی نظر آتی ہے۔ان کے کلام میں جہاں موضوعات کی رنگارنگی نظر آتی ہے وہاں میرؔ جیسا دکھ، درد، غم و آہ اور اشکِ خوں کے ساتھ سسکیوں کی آوازیں بھی سنائی دیتی ہیں۔مثلاً ایک جگہ وہ لکھتے ہیں:

کہیں یہ میرؔ کے دیوان کا اثر تو نہیں

یہ سسکیاں سی جو سارا مکان بھرتا ہے (غیر مطبوعہ)

میر تقی میرؔ نے ایک جگہ کہا تھا کہ میں شاعر نہیں ہوں میں نے تو بس بہ صورتِ دیوان درد و غم جمع کر دیئے ہیں۔اظہر کمال کا ایک اور شعر جس میں میرؔ کا رنگ نمایاں ہے؛ جس میں وہ بتاتے ہیں کہ یہ میری شاعری نہیں درد ہے جو خود بخود شعر کی صورت میں ڈھلتا رہتا ہے۔لکھتے ہیں:

شاعری تو کیا تھی اظہرؔ درد تھا

خود بخود جو شعر میں ڈھلتا رہا (غیر مطبوعہ)

اُردو شاعری میں معاملہ بندی اور رومانویت جیسے روایتی مضامین کی بھرمار ہے؛ ویسے تو غزل نے اپنے اندر لاتعداد موضوعات کو سمو کر اپنے دامن کو بے پناہ وسعت بخشی ہے اسی لیے مختلف شعرا نے اپنے اپنے انداز میں مختلف مضامین کو اپنے کلام کا حصّہ بنایا ہے۔اظہر کمال نے بھی متعدد مضامین کو اپنے منفرد انداز میں بیان کر کے اپنے کلام میں معنویت اور جدت پیدا کی ہے مثلاً ایک جگہ اظہر کمال محبوب کے حسن کے حوالے سے بتاتے ہیں کہ جو بھی ایک دفعہ محبوب کا دیدار کر لیتا ہے وہ حسنِ یار کی تاب نہیں لا پاتا اور ادھر ہی محبوب کے گھر کی دیوار سے لگ کے بیٹھ جاتا ہے اور یہی عمل محب کے لیے تسکین کا باعث بنتا ہے۔بقول شاعر:

دیکھ لیتا ہے فقط ایک نظر جو بھی تجھے

بیٹھ جاتا ہے وہ لگ کر تیری دیوار کے ساتھ (غیر مطبوعہ)

ایک اور جگہ پر اظہر کمال نے اسی روایتی مضمون کو نئے اور انوکھے انداز میں بیان کیا ہے جس سے ان کی ندرتِ خیال کا اندازہ ہوتا ہے۔ محبوب کے چلے جانے کے بعد محب کی کیفیت کو انھوں نے بڑی خوب صورتی سے بیان کیا ہے جس سے عاشق کی کیفیت اور حالتِ زار کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ لکھتے ہیں:

آپ جاتے ہیں تو ویران پڑے رہتے ہیں

دیر تک ہم بھی یونہی بے جان پڑے رہتے ہیں (غیر مطبوعہ)

قدیم اور دقیانوسی خیالات کی بجائے جدید نظریات و تصورات اظہر کمال کی شاعری میں در آئے ہیں۔ ان کا لہجہ توانا اور جدید ہے۔ وہ سماج کی محرومیوں کو مزاحمتی انداز میں بیان کرنے کا ہنر جانتے ہیں۔ ان کے کلام میں پسے ہوئے طبقے کی محرومیوں اور المیے کے حوالے سے پروفیسر نوید عاجز لکھتے ہیں:

"وہ جدید لہجے کے خوش مذاق شاعر ہیں۔ ان کے ہاں موضوعات کا تنوع موجود ہے؛ چوں کہ ان کی غزل پسے ہوئے طبقے کی محرومیوں سے عبارت ہے اس لیے ان کا مجموعی تاثر المیہ ہے۔" (۲)

اظہر کمال نے جہاں ہر طرح کے موضوعات کو اپنے کلام میں برتا ہے وہاں انھوں نے فنی حوالوں سے بھی اپنے کلام کو مزین کیا ہے۔ ان کے ہاں تشبیہ و استعارے کا نظام بہت مضبوط ہے، ضرب الامثال، محاورات، صنائع بدائع، تلمیحات، کھنکتے قافیے اور تراکیب کا استعمال عمدہ اور موزوں ہے۔ ان کے فنی حوالوں میں تصنع کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ امیر شہر، خوگر آلام، سر نوکِ سناں، اشک فشانی، سایہ فیضان، زود فراموش، مسند نشین، میانِ کماں، ذکرِ بتاں، منصف و میزان، بزمِ اشک افشانی، امیدِ دلبری صدائے کن فکاں، عکسِ گماں، درِ یمن، دارورسن، کشتگانِ بہار، بے برگ و بار، چیختی بوندیں، شبِ بیداری، کاسہِ دل، محتاجِ خد و خال قصّہِ ملال، بندہ گمنام، طعنہ و دشنام، زینتِ دستار، صبحِ بنارس، شامِ اودھ اور شہرِ بیاباں جیسی متعدد اور مختلف النوع تراکیب کا مجموعہ ان کے کلام کا حصہّ ہے۔ ایک مثال ملاحظہ کیجیے:

نہ صبحِ بنارس، نہ کوئی شامِ اودھ ہے

وہ شہرِ بیاباں کہ جہاں یار نہ باشد (غیر مطبوعہ)

اظہر کمال نے دیگر بڑے شعرا کی طرح بڑی اور چھوٹی ہر طرح کی بحور میں طبع آزمائی کی ہے لیکن یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ چھوٹی بحر میں اور سہل ممتنع میں لکھنا ایک دشوار عمل ہے جو عام شعرا کے بس کی بات نہیں کیوں کہ چھوٹے چھوٹے مصرعوں میں بڑے

خیال کو پیش کرنا کارِ دشوار است لیکن اظہر کمال نے بڑی خوب صورتی اور بڑی عمدگی کے ساتھ سہلِ ممتنع کو اپنے کلام میں برتا ہے۔ مثلاً ایک جگہ پر وہ امیرِ شہر کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے بتاتے ہیں کہ بچوں کے ہاتھ میں کاسہ کی بجائے کتاب ہونی چاہیے اس حوالے سے سہلِ ممتنع کی مثال دیکھیے:

امیرِ شہر سے کوئی تو یہ کہے اظہرؔ

یہ بھیک مانگتے بچے کتاب مانگتے ہیں (غیر مطبوعہ)

استفہامیہ انداز لیے ہوئے سہلِ ممتنع کی ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیں:

کیوں نہ ہوتا ٹھنڈا سورج

آخر کب تک جلتا سورج (غیر مطبوعہ)

اظہر کمال نے اپنی غزلوں میں محبوب کی جلوہ سامانیوں کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ تکنیک اور اسلوب پر بھی بھرپور توجہ دی ہے اس طرح انھیں مصرع سازی کا فن بھی آتا ہے اور وہ اپنی الگ شناخت قائم کرنے میں بہت حد تک کامیاب بھی ہو چکے ہیں۔ اس حوالے سے سعود عثمانی ایک جگہ لکھتے ہیں:

"اظہر کمال کی غزلوں میں مصرع سازی کا ہنر بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ ان کی غزل ان کے عصری اور شعری منظر نامے دونوں سے جڑے ہونے کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ ان کا فن ترقی کرے گا اور وہ اپنی انفرادیت کی تلاش میں عمدہ غزلیں اور نظمیں تخلیق کرتے رہیں گے۔"(۳)

متعدد شعرا؛ فکر کے ساتھ ساتھ فن کو بھی اپنے کلام میں برتتے ہیں تاکہ کلام میں نکھار اور وقعت پیدا کی جائے۔ اظہر کمال نے بھی اپنے کلام کو خوب صورت بنانے کے لیے فن کو اپنے کلام میں سمویا ہے۔ ان کے ہاں فنی حوالے تصنع کی بجائے بے ساختگی کا پہلو لیے ہوئے ہیں۔ انھوں نے تلمیحات کو بڑے احسن طریقے سے اپنی شاعری میں برتا ہے جس سے ان کے وسیع مطالعے کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ جامِ جم، ہیر رانجھا، خضر، عیسیٰ اور صلیب جیسی بہت سی معروف تلمیحات ان کے کلام میں جابجا نظر آتی ہیں۔

یہ دیکھ لو کہ میں بھی عیسیٰ ہوں وقت کا

حالات کی صلیب پہ لٹکا ہوا ہوں میں (غیر مطبوعہ)

منظر نگاری، مرقع نگاری اور محاکات نگاری ایسی خصوصیات ہیں جو خاص و عام تقریباً سبھی شعرا کے کلام میں پائی جاتی ہیں لیکن کچھ شعرا مذکورہ خصوصیات سے اپنے کلام میں ایسے منظر تخلیق کر دیتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ جب کوئی بھی شاعر کسی مجرد شے کو تجسیم کے عمل سے گزارتا ہے تو بعض اوقات ایسی تخلیق وجود میں آجاتی ہے جسے پڑھ کر قاری ورطہ حیرت میں چلا جاتا ہے اور داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا؛ اللہ تعالیٰ نے یہ کمال؛ اظہر کمال کو بھی دے رکھا ہے جو اپنی شاعری میں بڑی عمدہ اور خوب صورت تصاویر بناتے چلے جاتے ہیں جن میں بے ساختگی نظر آتی ہے مثلاً ایک جگہ پر وہ لکھتے ہیں کہ خط کے ایک ایک حرف میں نہ صرف محبوب کی خوش بو بسی محسوس ہوتی ہے بلکہ خط کے کاغذ پر محبوب کا چہرہ بھی بولتا نظر آتا ہے۔

خط کے اِک اِک حرف میں اس کی خوش بو تھی

اس کا چہرہ بول رہا تھا کاغذ پر (غیر مطبوعہ)

ایک اور جگہ پر اظہر کمال نے ایک منظر کو بڑی خوب صورتی سے بیان کیا ہے جس میں محبوب کے ساتھ والہانہ محبت کا اظہار بھی موجود ہے اور بے ساختہ پن بھی اور یہ بھی کہ اس کے بغیر ہر چیز حتیٰ کہ سارا جہان رکا ہوا محسوس ہو رہا ہے۔ لکھتے ہیں:

زمیں رکی ہوئی ہے، آسماں رکا ہوا ہے

تمہارے بعد ہمارا جہاں رکا ہوا ہے

وہیں کھڑا ہوں جہاں چھوڑ کر گئے تھے مجھے

وہیں پہ شمع، وہیں پہ دھواں رکا ہوا ہے (غیر مطبوعہ)

اظہر کمال کی شاعری میں موجود فنی و فکری تنوع اس بات کا غماز ہے کہ وہ امکانات کے عمدہ اور جواں فکر شاعر ہیں اور یہ جوانی محض جذبہ و خیال کی جوانی نہیں بل کہ رواں ابلاغ اور جدید لفظیات کی جوانی ہے۔ وہ متعدد کثیر الاستعمال تراکیب کو اس عمدگی سے برتتے ہیں کہ ان سے معانی و مفاہیم کی نئی نئی جہتیں ابھر کا سامنے آجاتی ہیں۔ ان کے کلام میں جدید رنگِ تغزل جھلکتا نظر آتا ہے ان کی شاعری جدت اور اسلوب کے حوالے سے انفرادیت کی حامل ہے۔ ان کا کلام خیال کی تازگی، جذبے کی شدت، مضمون کی ندرت، مزاحمتی انداز اور شکوہِ الفاظ جیسی صفات سے متصف ہے۔ انھوں نے چوں کہ زیادہ تر مترنم بحروں کا انتخاب کیا ہے اس لیے ان کے اکثر اشعار موسیقیت، غنائیت، صوتی آہنگ اور جمالیات سے عبارت ہیں۔ ان کا شعری اسلوب سادگی، سلاست، روانی سوز و گداز، بے ساختگی اور متنوع

تراکیب سے مزین ہے۔ ان کا لفظی نظام؛روز مرہ، محاورہ، تشبیہات و استعارات، ضرب الامثال، مترادفات، متضاد کیفیات، تلمیحات اور صنائع بدائع جیسے فنی کمالات سے آراستہ ہے۔ لفظیات کے حوالے سے ان کے ہاں روایت کی پاسداری بھی ملتی ہے لیکن مجموعی طور پر ان کے اسلوب کو قدیم و جدید کا حسین امتزاج بھی کہا جا سکتا ہے۔ وہ جب جدید رنگ میں کہتے ہیں تو شباب کی تمام رنگینیاں بے نقاب ہو جاتی ہیں اور جب وہ قدیم رنگِ سخن اپناتے ہیں تو ہماری تہذیب کے مٹے ہوئے نقوش ابھر کا سامنے آجاتے ہیں۔

اظہر کمال عہدِ حاضر کے ایک باکمال اور عمدہ غزل گو شاعر ہیں۔ ان کے ہاں فکری عناصر تہہ در تہہ ملتے ہیں۔ ان کے شعری اسلوب، زبان و بیان اور ان کے کلام میں موجود فنی و فکری پختگی اور موضوعاتی تنوع انھیں اپنے معاصر شعرا سے منفرد اور ممتاز کرتے دکھائی دیتے ہیں؛ان کے ہاں عصری شعور موجود ہے اور ان کو آنے والی صدیوں کا شاعر کہا جا سکتا ہے۔ اس حوالے سے جنید آذر لکھتے ہیں:

> ''اظہر کمال کی شاعری غمِ جاں سے غمِ جاناں اور غمِ جاناں سے غمِ جہاں تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس نے ہر اس موضوع کو شعر کرنے کی کوشش کی جو تہذیبی، ثقافتی اور اجتماعی زندگی سے جڑا ہوا نظر آیا۔ اس کے عصری شعور نے صحنِ شعر میں ہر اس گل بوٹے کی آبیاری کی ہے جس کی خوشبو اور رنگ میں اثر پذیری کی رمق موجود ہے۔ عصری صداقتوں کا ادراک اور گردوپیش میں بکھری سچائیاں کسی بھی تخلیق کار کے احساس پر اپنے اثرات منتقل کرتی ہیں اور یہ اثرات اس کی تخلیقات میں بھی نمایاں ہوتے ہیں۔''(۴)

اظہر کمال کی غزل تخلیق کے گہرے پردوں سے جنم لیتی ہے اور پھر افقی اور عمودی جہات کی طرف بڑھتی چلی جاتی ہے۔ ان کا شعری جمال، معاشی تضاد اور فکری بُعد؛ ارتباط باہمی کے ساتھ رومان پسندی سے نمو پر کر الفاظ کا پیرہن اوڑھ لیتا ہے۔ بقول شاعر:

پیرہن بخشا ہے لفظوں کا

سوچ کو بے ردا نہیں رکھنا (غیر مطبوعہ)

دیگر شعرا کی طرح اظہر کمال کی شاعری میں بھی حقیقی و عشق مجازی کی جھلکیاں ہر سو بکھری نظر آتی ہیں۔ ان کے کلام میں محبت اپنے تمام تر حسین رنگوں کے ساتھ موجود ہے۔ ان کے ہاں موسیقیت اور نغمگی جیسی خصوصیات بھی ہیں جن کے بغیر کلام میں شعریت اور لطف قائم نہیں رہتا۔ انھوں نے شاعری کو ایک نیا ذہن اور نیا تخیل دینے کی عمدہ کوشش کی ہے۔ مثلاً ایک جگہ پر وہ بتاتے ہیں کہ جب تک محبوب کا حوالہ نہ آجائے اشعار میں جدت پیدا نہیں ہوتی۔ جدت اور رومان پر مشتمل یہ شعر ملاحظہ کیجیے:

حوالہ جب تلک تیرا نہ آجائے کہیں ان میں

میرے شعروں میں پیدا اب تلک جدت نہیں ہوتی (غیر مطبوعہ)

اظہر کمال کی شاعری میں جہاں متعدد فنی حوالے ملتے ہیں وہاں زمینی حقائق کے ساتھ ساتھ انھوں نے محاورات کو بر محل اپنے کلام کا حصّہ بنایا ہے۔ انھوں نے اپنے کلام میں تشبیہات و استعارات، ضرب الامثال، صنائع بدائع، تلمیحات اور محاورات کا استعمال بڑی عمدگی سے کیا ہے۔ دیوار سے لگانا، بھیک مانگنا، خواب بیچنا، بے جان پڑے رہنا، پلکوں کے ستارے بننا، سورج ٹھنڈا ہونا، چہرہ بولنا، کاندھوں پر بوجھ ہونا، گم نام مر جانا، ارشاد کرنا، درد کی شدت میں کمی ہونا، سر نوکِ سناں بولنا، آشنا ہونا، اوروں کی زبان بولنا، ستاروں پر کمندیں ڈالنا اور ہاتھ پیلے ہونا جیسے متعدد معروف محاورات ان کے کلام کا حصہّ ہیں۔ بقول شاعر:

ستاروں پر کمندیں ڈالنے کا کیا کوئی سوچے

یہاں تو بیٹیوں کے ہاتھ ہی پیلے نہیں ہوتے (غیر مطبوعہ)

ایک اور جگہ پر اظہر کمال رومانوی انداز میں محبوب کا حسن بیان کرنے کے ساتھ ساتھ محبوب کو متنبہ بھی کر رہے ہیں کہ غلط فہمیوں کو بنیاد بنا کر یوں ہی مجھ سے خفا نہ ہوا کرو؛ اس ساری صورتِ حال کو بیان کرتے ہوئے دم بھرنا، کان بھرنا اور دم نکلنا جیسے محاورات کا برجستہ استعمال بھی دیکھیے:

ستم ہے یہ جسے دیکھے سے دم نکلتا ہے

اسی کا دم یہاں سارا جہان بھرتا ہے

تو روز کس لیے ہوتا ہے یوں خفا ہم سے

یہ کون آکے ترے روز کان بھرتا ہے (غیر مطبوعہ)

اظہر کمال کے کلام میں زورِ بیاں کے ساتھ شیرینی اور لطفِ بیاں کا حسن بھی نمایاں ہو کر سامنے آگیا ہے۔ ان کے ہاں محاورے کی بندش اس فطری انداز سے ہوئی ہے کہ محاورہ کلام میں جذب ہو کر رہ گیا ہے۔ ان کے کلام میں فصاحت وبلاغت کی پاسداری، روز مرہ اور محاورہ کے موزوں استعمال سے زبان و بیان میں چاشنی کا عنصر در آیا ہے جس سے ان کا فن اور امکانات مزید واضح ہو کر سامنے آجاتے ہیں۔ اظہر کمال نے جن اصناف میں طبع آزمائی کی ہے ان میں ایک صنف نظم نگاری بھی ہے۔ ان کی شاعری کا بنیادی محور استحصالی طاقتوں کی نقاب کشائی اور مادہ پرستی سے نجات حاصل کرنا ہے۔ ان کی شاعری بالخصوص نظموں کی زبان سادہ، عام فہم اور اثر انگیز ہے

معنویت کے اعتبار سے بھرپور اور فنی چابک دستی کا عمدہ نمونہ ہے۔ ان کے خیالات جداگانہ اور لہجہ توانا ہے۔ ان کی نظموں میں بھی فنی و فکری پختگی کے ساتھ ساتھ موضوعات کا تنوع بھی ملتا ہے۔ جہاں انھوں نے اپنی نظموں میں متعدد موضوعات کو سمویا ہے وہاں روایتی انداز میں رومانوی رنگ بھی ملتا ہے؛ اسی روایتی اور رومانوی انداز میں انھوں نے "میرے اندر دسمبر ہے" کے عنوان سے ایک نظم تخلیق کی ہے جس میں محبوب کی رفاقت میں گزرے لمحات اسے خواب لگ رہے ہیں اسی لیے وہ دوبارہ محبوب کی ضرورت محسوس کر رہا ہے؛ وہ مختصر نظم ملاحظہ کیجیے:

رفاقت کے وہ سب لمحے

مجھے اب خواب لگتے ہیں

مرے اندر کے سب موسم

مجھے برفاب لگتے ہیں

جو سچ پوچھو تو اے جاناں

مرے اندر دسمبر ہے

مجھے تیری ضرورت ہے (غیر مطبوعہ)

دنیائے ادب میں محبت ایک آفاقی پہلو ہے جس میں چاہنے والا کائنات کی ہر چیز کو محبت کی نگاہوں سے دیکھتا ہے اور اگر وہ شاعر ہے تو اس کا نقطۂ نظر خیالی دنیا کو اپنی گرفت میں لے کر دل فریب اور دل کش احساسات کو بہ صورتِ الفاظ صفحہ قرطاس پر اتارتا چلا جاتا ہے جیسا کہ اظہر کمال کے ہاں مذکورہ موضوعات کو اپنے اشعار میں ڈھالنے کی ایک عمدہ کاوش نظر آتی ہے؛ ان کے اسلوب، فنی گرفت اور ان کی حسیات کے متعلق یاسر رضا آصف لکھتے ہیں:

> "اظہر کمال کی شاعری اسلوبیاتی اور موضوعاتی ہر دو لحاظ سے اپنی الگ پہچان رکھتی ہے۔ انھیں احساسات کو شعری پیکر عطا کرنے میں مہارت نامہ حاصل ہے۔ وہ زندگی کو مختلف زاویوں سے دیکھتے ہیں اور ان زاویوں کو محسوسات کے قلم سے کاغذ پر نقش کرتے چلے جاتے ہیں۔ شاعر کا نظریہ، انداز اور الفاظ کا چناؤ مل کر اسلوب کی تشکیل کرتے ہیں۔ اظہر کمال نے الفاظ کو نئے معانی اور حسیاتِ کو نئی فضا سے آشنائی کا اہتمام کیا ہے۔"(۵)

اظہر کمال روشن امکانات کے حامل عہدِ حاضر کے ابھرتے ہوئے ایسے ڈاکٹر اور شاعر ہیں وقت کی چلتی نبض پر ان کا ہاتھ ہے۔ وہ شاعری کے جدید رجحانات سے نہ صرف متصف ہیں بل کہ عصری صداقتیں اور گردوپیش میں بکھری سچائیاں اپنے کلام میں سموئے ہوئے ہیں۔ ان کا کلام حیات اور سماج کے حقیقی مسائل کے گرد گھومتا ہے۔ ان کی شاعری میں لفظیات کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔ ان کا ذخیرہ الفاظ مستعار نہیں لیا ہوا بل کہ موجودہ عہد کے مطابق جدید تراکیب کا استعمال ان کے کلام کا خاصہ ہے کیوں کہ انھوں نے شعری ضرورتوں کے لحاظ سے خود نئے الفاظ تراشے اور نئی نئی تراکیب وضع کی ہیں؛ اس طرح وہ ایک منجھے ہوئے فنکار کے طور پر سامنے آتے ہیں؛ اگرچہ تاحال ان کا کوئی شعری مجموعہ منصہ شہود پر نہیں آسکا لیکن دو مجموعہ ہائے شاعری سے زائد ان کا کلام ابھی غیر مطبوعہ پڑا ہے۔ امیدِ واثق ہے کہ مستقبل قریب میں "میری آنکھ میں بڑے خواب ہیں" کے عنوان سے ان کا ایک شعری مجموعہ تکمیل آشنا ہو جائے گا۔ ان کے کلام میں موجود فنی و فکری پختگی، موضوعاتی تنوع، عصری و سماجی شعور اور جدید حسیاتی ادراک ان کو روشن امکانات کا شاعر ثابت کرنے میں مدد معاون ہوں گے۔ تعلی کا انداز لیے ہوئے ان کا ایک شعر جس میں وہ اپنی غزلوں کو غم کے شمارے گردانتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

کام آئیں گی کسی روز یہ میری غزلیں

پاس رکھنا یہ میرے غم کے شمارے سارے (غیر مطبوعہ)

حوالہ جات

۱۔ افتخار شفیع، (مدیر اعزازی) "شہر غزل کے بعد"، سہ ماہی، "صوتِ ہادی"، (سال نامہ)، جون ۲۰۰۹ء تا جون ۲۰۱۰ء، ادارہ صوتِ ہادی، شیخوشریف، ص:۱۵۱

۲۔ نوید عاجز، پروفیسر، "شہر فرید کے شاعر"، سجاد پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۱۳ء، ص:۲۴۵

۳۔ سعود عثمانی، مضمون، "اظہر کمال"، مشمولہ، "مجھے تیری ضرورت ہے"، مثال پبلشرز، فیصل آباد ۲۰۱۶ء، ص:۱۷۷

۴۔ جنید آذر، مضمون، "ڈاکٹر اظہر کمال کی شاعری"، مشمولہ، "مجھے تیری ضرورت ہے"، مثال پبلشرز، فیصل آباد، ۲۰۱۶ء، ص:۱۷۸

۵۔ یاسر رضا آصف، مضمون، "اظہر کمال کے شعری رجحانات"، غیر مطبوعہ، مملوکہ راقم الحروف

نوٹ: اظہر کمال کا تمام کلام غیر مطبوعہ ہے جس کی ایک کاپی راقم الحروف کے پاس موجود ہے جس میں سے اٹھارہ سے زائد اشعار بطور حوالہ مذکورہ مضمون میں شامل ہیں۔